اتحادِ تنظیمات مدارس پاکستان......تاریخ کے آئینے میں

﴿......دوسری وآخری قسط......﴾

جناب محمد سیف اللہ نوید
معاون ناظم مرکزی دفتر وفاق

مجوزہ ''دینی مدارس رجسٹریشن وریگولیشن آرڈی ننس'' کے بارے میں اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ پاکستان کا موقف:

تمام دینی مکاتب فکر کے دینی مدارس کے نمائندہ وفاقوں کے مشترکہ فورم ''اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ پاکستان'' کی مرکزی مجلس عاملہ کا ایک اہم اجلاس 18 جولائی 2002ء کو منصورہ لاہور میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کی زیر صدارت منعقد ہوا، جس میں مندرجہ ذیل حضرات نے شرکت فرمائی۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم، حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب مدظلہم، حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہم، حضرت مولانا زاہدالراشدی صاحب مدظلہم۔ تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان سے حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی صاحب مدظلہم، حضرت مولانا ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، پروفیسر مولانا مفتی منیب الرحمٰن صاحب زیدمجدہم، حضرت مولانا غلام محمد سیالوی صاحب زیدمجدہم۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ سے حضرت مولانا عبدالمالک خان صاحب زیدمجدہم، مولانا فتح محمد صاحب زیدمجدہم۔ وفاق المدارس السّلفیہ پاکستان سے پروفیسر ساجد میر صاحب زیدمجدہم، مولانا میاں نعیم الرحمٰن صاحب۔ وفاق المدارس الشیعہ پاکستان سے محترم جناب عباس علی نقوی صاحب اور محترم جناب محمد حسین اکبر صاحب نے شرکت فرمائی۔

اجلاس میں دینی مدارس کی رجسٹریشن اور ریگولیشن کے لئے وفاقی کابینہ کے منظور کردہ آرڈی ننس کے مسودہ کا تفصیلی جائزہ لیا گیا اور اسے دینی مدارس کی خودمختاری اور دینی تعلیم کی آزادی سلب کرنے اور دینی تعلیم کے نظام کو سیکولرائز کرنے کے مترادف قرار دیتے ہوئے مسترد کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور مجوزہ آرڈی ننس کے بارے میں درج ذیل تفصیلی موقف طے کیا گیا:

دینی مدارس کے قیام کا بنیادی مقصد صرف یہ ہے کہ قرآن وسنت کے علوم کی تعلیم ایک ایسی فضاء میں دی جائے جو ہر قسم کی بیرونی مداخلت اور دباؤ سے آزاد ہو، اور جہاں نہ صرف قرآن وسنت کی تعلیم کسی قسم کی آمیزش کے بغیر ٹھیٹھ دینی نقطۂ نظر سے دی جاسکے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اخلاص، للّٰہیت اور اتباع سنت کی عملی تربیت بھی دی جائے۔ الحمد للہ برصغیر میں ''دینی مدارس'' صدیوں سے یہ خدمت کسی نام ونمود کے بغیر انجام دے رہے ہیں، انہوں نے انگریزی استعمار کے دور میں بھی خاموشی کے ساتھ علوم اسلامی کی شمع جلائے رکھی اور دنیا کی ہر چمک دمک کو خیر باد کہہ کر اسلامی علوم کی خدمت انجام دیتے رہے جس کے نتیجے میں ہماری تاریخ کی وہ عظیم جگمگاتی ہوئی شخصیتیں پیدا ہوئیں جن کی خدمات پورے عالم اسلام میں سراہی گئیں۔

ان مدارس کا حقیقی فائدہ اسی صورت میں ظاہر ہوسکتا ہے جب یہ اپنے تعلیمی نظام اور اپنے ماحول کی صورت گری میں مکمل طور پر آزاد اور خودمختار ہوں، اور ان پر کسی قسم کا دباؤ نہ ہو، یہ آزادی اور خودمختاری مدرسے کے ارباب حل وعقد کو اپنے کسی ذاتی مفاد کی خاطر مطلوب نہیں، بلکہ اس کا مقصد اسلامی علوم اور ان کے تحت پیدا ہونے والے مزاج ومذاق کا تحفظ ہے اور یہ تحفظ اصحاب مدارس کو اتنا عزیز ہے کہ اس کی خاطر انہوں نے بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ آج تک کبھی کسی نے نہیں سنا ہوگا کہ ان مدارس نے حکومتوں سے کوئی مالی امداد طلب کی ہو، آج تک کسی نے نہیں سنا ہوگا کہ ان مدارس کے اساتذہ یا منتظمین نے اپنی تنخواہوں کے اضافے یا اپنے مالی مفادات کے لیے کوئی مطالبہ یا کوئی احتجاج کیا ہو، بلکہ انگریزی استعمار کے دور میں، کبھی ان مدارس نے یہ مطالبہ بھی نہیں کیا کہ ان کی جاری کی ہوئی اسناد کو سرکاری طور پر منظور کیا جائے اور باوجودیکہ انگریز نے معیشت کے دروازے ان لوگوں پر مکمل طور پر بند کر دیئے تھے، ان اصحاب مدارس نے روکھی سوکھی کھا کر اور موٹا جھوٹا پہن کر گزارا کیا، لیکن کبھی حکومت سے کوئی مدد مانگی، نہ عہدے اور منصب طلب کیے۔ ان قربانیوں کی وجہ صرف یہ تھی کہ انہوں نے اپنی زندگیاں قرآن وسنت کے تحفظ کے لیے وقف کی تھیں، اور اس کے ٹھیٹھ مزاج ومذاق کو محفوظ رکھنے کی خاطر وہ اپنا ہر مفاد قربان کر سکتے تھے۔

پاکستان کے دینی مدارس بھی بفضلہ تعالیٰ اسی راہ پر گامزن ہیں، البتہ انہوں نے حکومت کے ساتھ تعاون اور اس کے کسی معقول مطالبے سے کبھی انکار نہیں کیا، چنانچہ پچھلے دنوں حکومت کے مختلف نمائندوں کے ساتھ بار بار کے مذاکرات میں یہ بات طے ہوگئی تھی کہ مدارس کو رجسٹریشن پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ چنانچہ بیشتر دینی مدارس پہلے سے سوسائٹیز ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہیں اور جو مدارس ابھی تک رجسٹرڈ نہیں ہیں ان کو بھی سوسائٹیز ایکٹ کے تحت''

رجسٹرڈ'' کرانے سے مدارس کو کوئی انکار نہیں۔ بشرطیکہ اس کے طریق کار میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے جو ان کی آزادی، خودمختاری اور ان کے متوارث طریق کار کے منافی ہو، حکومت کی طرف سے بھی بار بار اس بات کی یقین دہانی کرائی گئی تھی، لیکن زیر نظر مجوزہ آرڈیننس کے بنظر غائر مطالعے کے بعد ہمیں افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ اس آرڈیننس میں ان یقین دہانیوں کا کوئی عکس موجود نہیں ہے، اور اس میں رجسٹریشن کے نام پر دینی مدارس کی آزادی اور خودمختاری کو بالکلیہ سلب کرنے کی تجویز دی گئی ہے۔ آرڈیننس کی خاص خاص باتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

مدرسہ ایجوکیشن بورڈ...... اس مجوزہ آرڈیننس کا ناقابل قبول پہلو یہ ہے کہ اس میں ملک کے تمام دینی مدارس کو ''پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' اور ''صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' کے ماتحت بنا کر ان کی آزادی اور خودمختاری کا بالکلیہ خاتمہ کر دیا ہے۔

جہاں تک ''پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' کا تعلق ہے خود اسی مجوزہ آرڈیننس کی رو سے اس سے مراد وہ ''پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' ہے جو ماڈل دینی مدارس بورڈ آرڈیننس 2001ء کے تحت قائم ہو۔

ماڈل دینی مدارس کے آرڈیننس کے اجراء کے وقت حکومت کی طرف سے بار بار یہ یقین دہانی کرائی گئی تھی کہ اس بورڈ کا مقصد مجوزہ ماڈل دینی مدارس کا انتظام ہوگا اور اس کا ان مدارس سے کوئی تعلق نہیں ہوگا جو اس بورڈ سے الحاق کرنا نہ چاہیں، چنانچہ وزارت مذہبی امور کی طرف سے ''ماڈل دینی مدارس: ضرورت، آرڈیننس، نصاب'' کے نام سے جو کتابچہ شائع کیا گیا ہے، اس کے مقدمے میں وفاقی وزیر مذہبی امور جناب ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب نے صراحۃً لکھا ہے کہ: ''اس آرڈیننس کا مقصد نہ تو دینی مدارس کی خودمختاری اور آزادی کو ختم کرنا ہے، نہ ہی کسی مدرسہ یا دارالعلوم پر مجوزہ نصاب مسلط کرنا ہے اور نہ کسی ادارے کو مدرسہ بورڈ کے ساتھ الحاق کرنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے'' (ماڈل دینی مدارس، صفحہ ح)

لیکن اب ان واضح یقین دہانیوں کے برعکس اسلام آباد کے وفاقی علاقے کے دینی مدارس کو بورڈ سے رجسٹریشن کا پابند بنایا جا رہا ہے، بلکہ دفعہ 6 کے تحت، اسے تمام دینی مدارس کی رجسٹریشن اور ان کی کارگزاری (Operation) کے لیے اصل پالیسی ساز ادارہ قرار دے دیا گیا ہے۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ دینی مدارس اپنے فرائض کی انجام دہی (Operation) کے لیے خود پالیسی وضع کرنے کے بجائے اس ''پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' کی بنائی ہوئی پالیسیوں کے تابع ہونگے۔

''صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' ایک نیا بورڈ ہوگا جو ہر صوبے میں الگ الگ قائم کیا جائے گا۔ مجوزہ

آرڈیننس کی دفعہ 4 کی رو سے اس کا چیئرمین چیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف یا سیکرٹری وزارت مذہبی امور ہوگا، نیز وزارت تعلیم اور وزارت داخلہ کا ایک ایک افسر جو ایڈیشنل سیکرٹری کے رتبے سے کم نہ ہو، اس کے ممبر ہوں گے اور ڈائریکٹر اوقاف اس کا ممبر سیکرٹری ہوگا اور چار ایسے نمایاں اشخاص اس کے ارکان ہوں گے جو مذہبی تعلیم دینے سے متعلق رہے ہوں، اس ہیئت ترکیبی سے صاف واضح ہے کہ اس بورڈ کا سربراہ اور تین ارکان سرکاری افسران ہوں گے اور چار افراد ایسے لیے جائیں گے جو مذہبی تعلیم دینے سے متعلق (Involve) رہے ہوں، یعنی ان کا باقاعدہ عالم دین ہونا بھی ضروری نہیں، اتنا کافی ہے کہ وہ کسی حیثیت سے مذہبی تعلیم سے متعلق رہے ہوں۔ یہ ''صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' صوبے کے تمام دینی مدارس کی نہ صرف رجسٹریشن کرے گا بلکہ ان کی نگرانی اور ان کے لیے قواعد وضوابط بھی وضع کرے گا۔ چنانچہ دفعہ 6 کی شق 2 میں کہا گیا ہے کہ: ''پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' اور ''صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' وہ تمام کام انجام دیں گے جن میں دینی مدارس کی رجسٹریشن، ان کی نگرانی اور ان کے قواعد وضوابط بنانا بھی شامل ہیں اور اس کے علاوہ وہ تمام کام جو اس آرڈی ننس کے مقاصد حاصل کرنے کے لیے ضروری ہوں''

دفعہ 10......کی شق 5(A) میں کہا گیا ہے کہ دینی مدرسے کو رجسٹریشن کی درخواست کا این او سی لینے کے لیے یہ ضمانت لینی ہوگی کہ پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ یا صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ انہیں جو اضافی مضامین پڑھانے کے لیے کہے، وہ دینی مدرسہ انہیں پڑھانے کو یقینی بنائے گا۔

نیز دفعہ 16......میں کہا گیا ہے کہ پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ اور صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ اگر وہ کسی دینی مدرسے کے بارے میں اس بات پر مطمئن نہ ہوں کہ اس میں کوئی بدنظمی، مالی معاملات میں بے قاعدگی یا آرڈی ننس کے احکام یا اس کے تحت بنے ہوئے قواعد وضوابط کی خلاف ورزی پائی جارہی ہے تو وہ اس مدرسے کی انتظامیہ کو معطل کرکے مدرسہ پر کوئی ایڈمنسٹریٹر یا نگراں انتظامیہ مقرر کردے۔

دفعہ 17......میں پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ اور صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کو یہ اختیار بھی دیا گیا ہے کہ اگر ان کی رائے میں کسی مدرسے میں اس آرڈیننس کے احکام یا اس کے تحت بنائے ہوئے قواعد وضوابط کی خلاف ورزی پائی جائے تو وہ اس دینی مدرسے کا رجسٹریشن سرٹیفکیٹ معطل یا منسوخ کردیں۔

دفعہ 27......میں دونوں قسم کے بورڈز کو یہ ضوابط بنانے کے بھی اختیارات دیے گئے ہیں کہ وہ مختلف سندات کے لیے کم سے کم کورس معیار متعین کریں، مختلف کورسز کے دورانیہ کا تعین کریں، تربیتی کورسز میں داخلے کی شرائط طے کریں، مدارس میں اساتذہ کے تقرر کے لیے کم سے کم تعلیمی معیار اور تجربہ کی مقدار مقرر کریں، امتحانات کا

معیار اور امتحان کا طریق کار وغیرہ متعین کریں۔

مجوزہ آرڈی ننس کے ان تمام احکام کو مدنظر رکھتے ہوئے جو صورت واضح طور پر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ دینی مدارس کلی طور پر ان سرکاری بورڈز کے تابع ہونگے دینی مدارس کی پالیسیاں وضع کرنے سے لے کر نصاب کا تعین، امتحانات کے طریق کار، اساتذہ کا تقرر اور مدارس کا نظم ونسق چلانے تک ہر چیز ان بورڈز کے ماتحت ہوگی اور دینی مدارس کی انتظامیہ کا کام صرف یہ ہوگا کہ وہ مدارس چلانے کے لیے مالی وسائل صرف اپنے بل بوتے پر اکٹھے کرے، (کیونکہ یہی ایک شعبہ ہے جس میں بورڈز نے اپنے سر کوئی ذمہ داری لینی مناسب نہیں سمجھی) اور ہر وقت اس کے سر پر یہ تلوار لٹکتی رہے کہ کسی بھی وقت بورڈز کے اہلکار اس پر بدعنوانی یا بے قاعدگی کا الزام عائد کر کے چاہیں تو انتظامیہ کو معطل کریں اور چاہیں تو مدرسے کا رجسٹریشن منسوخ کر کے اس کے تمام اثاثے دفعہ 17 شق 3 کے تحت کسی اور من پسند مدرسے کو دیدیں۔'' صدر جنرل پرویز مشرف صاحب نے اپنے 21 جنوری 2002ء کے خطاب میں کہا تھا کہ:

اس مدرسہ Stragegy کا کوئی مقصد نہیں ہے کہ مدرسوں کو خواہ مخواہ گورنمنٹ کے کنٹرول میں لیں اور جوان کی اتنی بہترین اچھائیاں ہیں ان کو ہم حکومت کے کنٹرول میں لے کر خراب کریں'' (نوائے وقت لاہور 13 جنوری 2002ء صفحہ 8) نیز وفاقی وزیر مذہبی امور نے'' ماڈل دینی مدارس آرڈی ننس کے بارے میں کہا تھا کہ '' مقصد نہ تو دینی مدارس کی خودمختاری اور آزادی کو ختم کرنا ہے نہ ہی کسی مدرسہ یا دارالعلوم پر مجوزہ نصاب مسلط کرنا ہے، اور نہ ہی کسی ادارہ کو مدرسہ بورڈ کے ساتھ الحاق کرنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے'' (ماڈل دینی مدارس صفحہ ح) صدر پاکستان سے لے کر وزیر مذہبی امور تک جس بات کی یقین دہانی کراتے رہے ہیں، مجوزہ آرڈیننس نے اس کے بالکل برعکس دینی مدارس کی خودمختاری اور آزادی کو مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے ذریعے بالکلیہ ختم کر کے تمام دینی مدارس کو بیوروکریسی کے رحم وکرم پر چھوڑ دینے کا پروگرام بنایا ہے۔ ان وجوہ سے مجوزہ آرڈی ننس میں صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کا قیام اور دینی مدارس کی رجسٹریشن اور نگرانی کا کام اس کے اور پاکستان مدرسہ ایجوکیشن کے سپرد کرنا دینی مدارس کے لیے قطعی نا قابل قبول ہے۔ سرکاری سطح پر اس قسم کا بورڈ قائم کرنے کی نہ کوئی ضرورت ہے، نہ دینی مدارس کی رجسٹریشن سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ چونکہ آرڈی ننس کا سارا ڈھانچہ بورڈز پر قائم ہے جو اصولاً قابل قبول نہیں، اس لیے جزوی ترمیمات سے آرڈیننس کی اصلاح ممکن نہیں ہے۔ تاہم بورڈز کے قیام کے علاوہ مجوزہ آرڈیننس میں جو باتیں مزید قابل اعتراض اور نا قابل قبول ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

دفعہ 3 شق 4......جن دینی مدارس میں طلبہ کی رہائش کا انتظام نہیں ہے، ان کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ ضلع

ناظم کے وضع کردہ طریق کار کے مطابق ضلعی حکومت کو مدرسے کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کریں جن میں ان کے ذرائع آمدنی بھی داخل ہیں۔ایسے مدارس جن میں طلبہ کی رہائش کا انتظام نہیں ہوتا عموماً چھوٹے مدارس اور مکتب ہوتے ہیں جو نہایت قلیل وسائل سے آبادی کی تعلیمی خدمت انجام دیتے ہیں۔ضلعی انتظامیہ کو معلومات فراہم کرتے رہنا ان چھوٹے مدارس کو انتظامیہ کی طرف سے ہراساں کرتے رہنے کا سبب بنے گا۔

دفعہ 7......اس دفعہ میں نئے مجوزہ طریق کار کے مطابق ہر دینی مدرسے کو رجسٹریشن کا پابند بنایا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو مدارس پہلے سے رجسٹرڈ ہیں ان کی رجسٹریشن کالعدم قرار دیدی گئی ہے جس کا کوئی جواز نہیں۔

دفعہ 9......اس دفعہ میں رجسٹریشن کی درخواست کے ساتھ مدرسہ کے ذرائع آمدنی (g) اور مدرسہ کے اہم معاونین (k) کی تفصیلات داخل کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔دینی مدارس کے اکثر معاونین وہ ہوتے ہیں جو اخلاص کے ساتھ دین کی خدمت کے لیے مدارس کو چندے دیتے ہیں،ان میں سے بہت سے وہ ہیں جو اپنے نام کا اعلان نہیں چاہتے یہ پابندی ان کے لیے ناقابل قبول ہوگی،نیز بہت سے چندہ دینے والے اس اعلان کے نتیجے میں سرکاری اہلکاروں کی طرف سے ہراساں کیے جانے کا خطرہ محسوس کریں گے،اور نتیجتاً مدارس کے چندے میں کمی واقع ہوگی،عجیب بات ہے کہ آج تک کسی انجمن،کسی جماعت یا کسی این جی اوز کو اس بات کا پابند نہیں کیا گیا کہ وہ اپنے چندہ دینے والوں کی فہرست حکومت کو مہیا کرے لیکن سارے معاشرے میں اس کام کے لیے صرف دینی مدارس کو منتخب کیا جارہا ہے کہ وہ اپنے معاونین کی فہرست حکومت کو فراہم کریں۔

دفعہ 10......اس دفعہ میں بورڈ کو رجسٹریشن کی درخواست دینے سے پہلے ہر دینی مدارسے کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ پہلے ضلع ناظم سے این او سی حاصل کرے۔ضلع ناظم کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ این او سی جاری کرنے سے پہلے بہت سی باتوں کا اطمینان کرے،اور مدرسہ کے ذمہ داراں سے متعدد ضمانتیں لے جن میں بورڈ کے تجویز کردہ اضافی نصاب کو اختیار کرنے کا عہد،متوقع ذرائع آمدنی اور چندوں کا اندازہ اور 18 سال سے کم عمر غیر ملکی طلبہ کو داخلہ نہ دینے کا عہد بھی شامل ہے۔اسی دفعہ کی شق 3,4 میں یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ مدرسہ کی زمین مدرسے کی گورننگ باڈی کے نام منتقل ہو،کسی فرد یا خاندان کے نام نہ ہو۔اس کا بظاہر تقاضا یہ ہے کہ کوئی مدرسہ کسی کرایہ کی جگہ پر قائم نہ ہو سکے۔نیز دینی مدارس میں بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی فرد یا خاندان اپنی مملوکہ زمین میں دینی تعلیم کے لیے کوئی ادارہ قائم کردیتا ہے۔بالخصوص مدارس کے آغاز قیام میں اس طرح کی صورتیں بکثرت پیش آتی رہتی ہیں اور انہیں روکنے کی کوئی معقول وجہ موجود نہیں ہے۔

نیز اس دفعہ کی شق (vi) میں مدرسے کے عہدیداروں یا انتظامیہ سے یہ بیان حلفی لینے کو کہا گیا ہے کہ مدرسہ یا مدرسہ سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص کسی بھی حیثیت میں کسی دہشت گردی، جنگجوئی، انتہا پسندی یا فرقہ وارانہ منافرت میں ملوث نہیں ہوگا۔ ملک کے تمام دوسرے اداروں، جماعتوں اور انجمنوں کو چھوڑ کر صرف دینی مدارس کے ذمہ داروں سے یہ بیان حلفی لینے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہے کہ ملک بھر میں دہشت گردی کے سب سے بڑے مجرم، نہ نسلی اور لسانی منافرت پھیلانے والے گروہ اور جماعتیں ہیں، نہ دوسرے تخریب پسند، بلکہ اس جرم کے سب سے بڑے مرتکب دینی مدارس ہیں، پھر نہ دہشت گردی کی کوئی تعریف قانون میں دی گئی ہے، نہ جنگجوئی، انتہا پسندی یا فرقہ وارانہ منافرت کی، جس کا مطلب یہ ہے کہ جو سرکاری اہل کار جس مدرسے پر چاہے من مانی تعریف کی بنیاد پر ان جرائم کا الزام لگادے اور اسے حلف نامے کی خلاف ورزی کے جرم میں بند کردیا جائے۔ اسی دفعہ کی شق (viii) میں ضلع ناظم کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ ڈسٹرکٹ کوآرڈی نیشن آفیسر سے رپورٹ حاصل کرے کہ مجوزہ جگہ پر مدرسے کے قیام سے فرقہ وارانہ جذبات پیدا نہیں ہوں گے، نہ آبادی کو بے آرامی کا خطرہ ہوگا۔ یہ ساری مجمل باتیں بھی سرکاری اہل کاروں کے ہاتھ میں ایک ہتھیار ہوگا کہ وہ جس مدرسے کا قیام مرضی کے خلاف پائیں، اسے یہ کہہ کر روک دیں کہ فرقہ وارانہ جذبات پیدا ہونے کا یا آبادی کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

دفعہ 11......ضلع ناظم سے این او سی حاصل ہونے کے بعد درخواست بورڈ کو پیش کی جائے گی اور وہ رجسٹریشن سے پہلے یہ اطمینان کرے گا کہ اسٹاف تعلیمی قابلیت کا حامل ہے۔ یہ معاملہ بھی بورڈ کی صوابدید پر چھوڑا گیا ہے۔ نیز بورڈ اس بات کا بھی اطمینان کرے گا کہ مدرسے کا قیام مذہبی تنازعات، فرقہ واریت، تفرقہ بازی یا منافرت کی فضا پیدا نہیں کرے گا۔ یہ سب باتیں چونکہ مستقبل کے خدشات سے متعلق ہیں، لہٰذا کسی بھی مدرسے کا رجسٹریشن ان میں سے کوئی بھی خدشہ ظاہر کرکے روکا جاسکتا ہے۔ اگر واقعۃً فرقہ وارانہ منافرت کا دروازہ بند کرنا ہے تو اس کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ سرکاری اہل کاروں کو یہ اختیار دیدیا جائے کہ وہ جس مدرسے کو چاہیں، اس بنیاد پر بند کردیں۔ بلکہ اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ فرقہ وارانہ منافرت کے اسباب مثلاً ایک دوسرے کے اکابر اور قابل احترام شخصیتوں کی توہین وغیرہ کا واضح تعین کرکے ہر اس شخص کو بذریعہ عدالت مستوجب سزا قرار دیا جائے جو ان اسباب کا مرتکب ہو۔

دفعہ 12......اس دفعہ کی شق 3 میں رجسٹریشن سرٹیفکیٹ کے حامل کو اس بات کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے کہ وہ نہ صرف مجوزہ آرڈی ننس، بلکہ اس کے تحت جاری ہونے والے تمام قواعد، ضوابط، احکام، شرائط اور ہدایات کی پابندی کرے، اس کا مطلب یہ ہے کہ بات صرف رجسٹریشن کرانے کی حد تک محدود نہیں ہے بلکہ بورڈ کی لگائی ہوئی

تمام شرائط، اس کے جاری کئے ہوئے تمام احکام اور ہدایات ہر مدرسے کے لیے واجب التعمیل ہیں جن کی خلاف ورزی پر مدرسہ بند کیا جا سکتا ہے۔ دینی مدارس کو ان احکام وہدایات میں اس طرح سے جکڑنے کے باوجود کیا یہ کہنے کا کوئی جواز ہے کہ دینی مدارس کو حکومت اپنے کنٹرول میں لے کر خراب کرنا نہیں چاہتی؟

دفعہ 15......اس دفعہ (شق سی) کے تحت دینی مدرسہ کے اکاؤنٹ صرف بورڈ کے منظور کردہ بینک میں کھولے جا سکتے ہیں اور حسابات کا آڈٹ صرف وفاقی وزارت مذہبی امور یا صوبائی محکمۂ اوقاف کے منظور کردہ آڈیٹرز سے کرایا جا سکتا ہے۔ (اصل دفعہ میں وفاقی یا صوبائی حکومت لکھا ہے، مگر تعریفات میں ''وفاقی حکومت'' سے مراد وفاقی وزارت مذہبی امور اور ''صوبائی حکومت'' سے مراد محکمۂ اوقاف یا صوبائی حکومت کا متعین کردہ کوئی اور ادارہ ہے۔) دینی مدارس کو اس حد تک پابند کرنا کہ وہ اپنی پسند کے بینک میں خود نہ اکاؤنٹ کھول سکیں اور نہ آڈیٹر کا تعین کر سکیں، ایک ایسی پابندی ہے جس کی نظیر دوسرے اداروں میں ملنی مشکل ہے۔

دفعہ 22......اٹھارہ سال سے کم عمر کے کسی غیر ملکی طالب علم کے داخلے پر پابندی لگادی گئی ہے دینی مدارس میں چونکہ حفظ وناظرہ اور ابتدائی دینی تعلیم چھوٹے بچوں کو دی جاتی ہے جس کا بہت سے دوسرے ملکوں میں انتظام نہیں ہے، اس لیے بہت سے غیر ملکی بچوں کو ان کے والدین کسی سرپرست کے ہمراہ تعلیم کے لیے پاکستان بھیجتے ہیں یہ سرپرست بعض اوقات ان کا بڑا بھائی یا کوئی اور رشتہ دار ہی ہوتا ہے جو اوپر کے درجات میں زیر تعلیم ہوتا ہے اور بعض اوقات والدین خود پڑھائی کی غرض سے اپنے بچے کے ساتھ پاکستان آجاتے ہیں۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ ایسے بچوں کو تعلیم سے محروم رکھا جائے۔

دفعہ 24......اس دفعہ میں وفاقی حکومت کی اجازت کے بغیر ہر قسم کی غیر ملکی امداد لینے پر پابندی عائد کی گئی ہے۔ اگر کوئی مدرسہ کسی بیرونی حکومت سے امداد لینا چاہے تو اس کے لیے یہ پابندی حق بجانب ہو سکتی ہے، لیکن اس دفعہ میں غیر ملکی پرائیویٹ اداروں بلکہ غیر ملکی افراد تک سے کوئی چندہ وصول کرنے پر پابندی عائد کردی گئی ہے۔ بہت سے اہل خیر دوسرے ملکوں سے چھوٹی چھوٹی رقمیں بذریعہ چیک مدرسوں میں چندے کے طور پر بھیجتے ہیں، ان سینکڑوں اشخاص کی چھوٹی چھوٹی رقمیں وصول کرنے کے لیے وفاقی وزارت مذہبی امور سے اجازت حاصل کرنے کی پابندی سراسر بے جواز، غیر منصفانہ اور مشکلات پیدا کرنے کے مترادف ہے۔ ان تمام دفعات کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ چونکہ مجوزہ آرڈی ننس کا پورا ڈھانچہ غلط اور ناقابل عمل تصورات پر مبنی ہے اس لیے اس میں جزوی ترمیمات کرکے اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی اور اسے کلی طور پر مسترد کیے بغیر چارہ نہیں ہے۔ ہم ایک بار پھر واضح کرنا چاہتے ہیں کہ دینی مدارس نے حکومت کے کسی معقول مطالبے سے انکار نہیں کیا۔ چنانچہ رجسٹریشن کا جو طریقہ اب تک

چلا آ رہا ہے، اس کے تحت جو مدارس رجسٹرڈ نہیں ہیں ان کی رجسٹریشن کرالی جائے۔حکومت کو مدارس کے جو کوائف مطلوب ہوں مدارس نے کبھی انہیں دینے سے انکار نہیں کیا۔ نیز اگر کسی مدرسے میں کوئی خلاف قانون بات نظر آئے تو اس کے خلاف، قانونی کارروائی کا راستہ اب بھی کھلا ہوا ہے۔اس کے لیے کسی نئے قانون کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔

چنانچہ مذکورہ بالا متفقہ موقف کی روشنی میں مورخہ 30 جولائی 2002ء کو اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ کے قائدین حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، محترم جناب مولانا پروفیسر ساجد میر صاحب، حضرت مولانا گوہر رحمٰن صاحب اور جناب حافظ سید ریاض حسین نجفی صاحب کی جانب سے رابطہ سیکرٹری اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ پاکستان حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم نے ایک نہایت مدلل اور مفصل مکتوب جاری فرمایا، جو کہ درج ذیل ہیں۔

محترم جناب لیفٹیننٹ جنرل (ر) معین الدین حیدر صاحب وفاقی وزیر داخلہ حکومت پاکستان

محترم جناب ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب، وفاقی وزیر مذہبی امور حکومت پاکستان

محترمہ زبیدہ جلال صاحبہ، وفاقی وزیر تعلیم حکومت پاکستان

موضوع:

''اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ پاکستان'' اور نمائندگان حکومت کے مابین 6 جولائی 2002ء کا اجلاس اور اس کا تسلسل

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی قدر

(1) آپ حضرات کے ساتھ مجوزہ ''دینی مدارس (رجسٹریشن اینڈ ریگولیشن) آرڈی ننس 2002ء'' کے موضوع پر محولہ بالا اجلاس منعقد ہوا۔ یہ امر ملحوظ رہے کہ اس وقت تک ''مجوزہ آرڈی ننس'' کا مکمل متن ہمارے علم میں نہیں تھا۔اس اجلاس کے دوران اسے ہمارے سامنے پیش کیا گیا۔

(2) اس سے پہلے ہم ''پاکستان مدرسہ بورڈ آرڈی ننس'' کے اجراء، نفاذ اور ماڈل مدارس کی مجوزہ اسکیم کے موقع پر اپنے تحفظات وخدشات کا اظہار کر چکے تھے کہ بالآخر ''مدارس دینیہ'' پر جبری کنٹرول قائم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔مگر اولاً جناب ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب، وفاقی وزیر مذہبی امور نے متعدد اجلاسوں میں اور حتمی طور پر صدر مملکت و چیف ایگزیکٹو جناب جنرل پرویز مشرف صاحب نے چیف ایگزیکٹو ہاؤس میں ''اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ پاکستان'' کے ساتھ منعقدہ ایک انتہائی نمائندہ اجلاس میں واضح اور قطعی یقین دہانی کرائی تھی کہ:

(ا) مدارس دینیہ کی حریت فکر وعمل میں کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی۔

(ب) پاکستان مدرسہ بورڈ کو دینی مدارس پر ہرگز مسلط نہیں کیا جائے گا۔

(ج) اس کے نیٹ ورک میں حکومت کے اپنے قائم کردہ ماڈل دینی مدارس ہوں گے یا وہ مدارس جو خود رضا کارانہ طور پر اس کے دائرہ کار میں شامل ہونے کی خواہش ظاہر کریں گے۔

(د) ''اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ'' کے ساتھ باقاعدہ مشاورت اور مکمل اتفاق رائے سے مرتب ہوگا۔

لیکن انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ ''مجوزہ دینی مدارس آرڈی ننس'' میں ان تمام یقین دہانیوں اور عہد و پیمان کو پامال کر دیا گیا۔ مقام حیرت ہے کہ اگر ایک اسلامی جمہوری مملکت میں صدر مملکت و چیف ایگزیکٹو اور وفاقی وزیر مذہبی امور اپنے اعلانیہ قول وقرار اور میثاق کا پاس نہ رکھیں تو پھر کس کا اعتبار باقی رہ جائے گا۔ کیونکہ ''مجوزہ مدارس آرڈی ننس'' میں نہ صرف ''پاکستان مدرسہ بورڈ'' کے جبری تسلط کا بھرپور اہتمام کیا گیا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ''بیوروکریٹک کنٹرول'' پر مشتمل ''صوبائی مدرسہ بورڈز'' کے قیام کی وعید بھی سنائی گئی ہے۔

(3) لہٰذا ہم انتہائی ادب و احترام کے ساتھ گزارش کرتے ہیں کہ ''مجوزہ دینی مدارس آرڈی ننس'' ہمیں کسی بھی صورت میں قبول نہیں ہے۔ اس کے مقاصد واہداف، انتظامی ڈھانچے، آمرانہ اختیارات اور طوق غلامی کو قبول کرنا دینی آزادی اور دینی مدارس کی حریت فکر وعمل کو سلب کرنے کے مترادف ہے۔ دینی مدارس اور اس سے وابستہ علماء نے برطانوی استعمار کے دور میں بھی ہر طرح کی قربانیاں دے کر اپنی حریت فکر وعمل کا تحفظ کیا ہے۔ ہم اس دینی امانت اور اسلاف کی میراث کی ان شاء اللہ العزیز ہر قیمت پر حفاظت کریں گے اور ہر طرح کے حالات اور مشکلات کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس مجوزہ آرڈی ننس کی رو سے ہماری نصابی خود مختاری، مالیاتی خود مختاری، ہر چیز کو بیوروکریسی کے تسلط میں دے دیا گیا ہے۔ دینی مدارس کی مالی اعانت کو ایک جرم قرار دے کر اداروں کے منتظمین کے ذمہ ان کے معاونین کی مخبری کرنے کی ذمہ داری تفویض کی گئی ہے۔ بیوروکریسی جب چاہے کوئی حیلہ تراش کر رجسٹریشن منسوخ کر دے۔ ادارے کی انتظامیہ کو بے دخل کر دے۔ اپنے من پسند افراد کو ادارے پر مسلط کر دے وغیرہ وغیرہ۔

حضرات والا!

ایسا ظالمانہ قانون تو بھارت کی متعصب ہندو حکومت نے بھی اپنے ملک کے اسلامی مدارس پر مسلط نہیں کیا۔ اگر ہندوستان کی حکومت کو اس ''مجوزہ آرڈی ننس'' کی بھنک پڑ جائے تو وہ

اس کو مثال بنا کر ہندوستان میں اسلامی تعلیم کا قلع قمع کر سکتی ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ:

گلہ جفائے وفا نما جو حرم کو اہل حرم سے ہے
کروں بت کدے میں بیاں اگر کہے صنم بھی ہری ہری

جناب والا!

اس سے قبل قانونی صورت حال یہ تھی کہ چند دین دار افراد کا ایک گروپ اپنے مقاصد خیر کا تعین کر کے ملک کے رائج الوقت کسی قانون کے تحت ادارہ تشکیل دے کر اسے سوسائٹیز ایکٹ کے تحت ایک انجمن کی شکل میں یا بورڈ آف ٹرسٹیز پر مشتمل ایک ٹرسٹ کی شکل میں ادارے کی رجسٹریشن کراتا تھا اور پھر برسر زمین اس ادارے کا قیام عمل میں آتا تھا۔ خواہ کرائے پر عمارت حاصل کی گئی ہو، یا پرائیویٹ زمین خرید کر بیک وقت ادارے اور عمارت کا آغاز کیا گیا ہو یا حکومت سے رفاہی پلاٹ حاصل کیا گیا ہو۔ اب اس قانون کے تحت جب تک مقامی ناظم عمارت سے مطمئن نہیں ہوگا، ادارے کو NOC نہیں ملے گا۔ یہ دینی تعلیم کی راہ میں واضح طور پر رکاوٹیں کھڑی کرنا ہے۔

جناب والا!

سوسائٹیز ایکٹ ہو یا ٹرسٹ رجسٹریشن کا قانون، یہ دونوں ملکی قانون (LAW OF THE LAND) ہیں۔ یہ ''جنگل کا قانون'' نہیں ہیں۔ اس کے تحت بے شمار رفاہی ادارے، رفاہی انجمنیں اور NGOS قائم ہیں۔ اسے روبعمل ہوئے ڈیڑھ سو سال گزر چکے ہیں۔ کسی کو کوئی مشکل پیش نہیں آئی، نہ حکومت کو نہ عوام کو۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر آج تک مختلف جمہوری، فوجی، صدارتی، پارلیمانی، ہر طرز کی حکومتیں گزر گئیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج کون سے نئے حالات رونما ہو گئے ہیں کہ ایک نیا قانون تشکیل دینا لازمی قرار پایا۔

حضرات گرامی!

ہم آپ کے شکر گزار ہیں کہ آپ نے وفاقی وزارت مذہبی امور اسلام آباد میں منعقدہ 6 جولائی 2002ء کے اجلاس میں ہمارے ساتھ نہایت بے تکلفی کے ماحول میں کسی تحفظ کے بغیر آزادانہ تبادلہ خیال کیا۔ جو امور آپ کی حکومت کے لئے باعث تشویش تھے، ان سے ہمیں آگاہ کیا اور ہم نے بھی اپنے تحفظات و تفکرات آپ کے سامنے پیش کر دیے۔ دونوں فریق نے ایک دوسرے کے ذہن کو پڑھ لیا اور ایک دوسرے کے مافی الضمیر کو جان لیا، تاکہ آئندہ نشست میں بات محض مفروضات اور بدگمانیوں کی حد سے نکل کر حقائق کی بنیاد پر کی جا سکے۔

حضرات والا!

آپ کے concerns یعنی وہ امور جنہوں نے آپ کی حکومت کے لئے دینی مدارس کی رجسٹریشن کے لئے ایک نیا قانون وضع کرنے کا داعیہ (urge) پیدا کیا، وہ یہ تھے:

(الف) قومی سلامتی (ب) دہشت گردی پر کنٹرول (ج) دینی مدارس کے نصاب میں عصری مضامین کی شمولیت (د) غیر ملکی طلبہ کا مسئلہ (ہ) حسابات کی آڈیٹنگ (و) مدارس کے بارے میں ضروری معلوماتی اعداد وشمار کی عدم دستیابی

ہم نے اس وقت بھی آپ کو یقین دلایا تھا اور اب ایک بار پھر اعادہ کرتے ہیں کہ ملکی سلامتی جس طرح آپ کو عزیز ہے ہمیں بھی عزیز ہے۔ ہماری بقا ملک و وطن کی بقا سے وابستہ ہے اور آپ ہمیں اس سلسلے میں حکومت کے ساتھ غیر مشروط تعاون کے لئے ہمیشہ آمادہ پائیں گے اور الحمد للہ کسی بھی دینی ادارے نے ''من حیث الادارہ'' 14 اگست 1947ء سے لے کر آج تک ملک کی سلامتی یا مفاد کے خلاف کوئی کام نہیں کیا، جبکہ حکومت، بیوروکریسی، امریکہ اور اہل مغرب کی پسندیدہ این جی اوز کی ملک دشمن سرگرمیوں کی متعدد مثالیں ہم پیش کر سکتے ہیں، جو مفروضات نہیں بلکہ on the record حقائق ہیں۔

جہاں تک دہشت گردی کا تعلق ہے، اس کے لئے ایک مستقل قانون Anti Terrorism موجود ہے۔ اس کو مذہب، لامذہبیت، مدرسہ، مسجد، سکول، کالج، یونیورسٹی، مارکیٹ وغیرہ کے ساتھ بریکٹ کر کے اس کی اقسام کرنا، یہ قرین عقل نہیں ہے۔ جہاں آپ کو دہشت گردی کے بین ثبوت، شواہد اور واضح قرائن ملیں، ان کا قلع قمع کیجئے۔ ''اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ پاکستان'' کی پوری تائید آپ کے ساتھ ہے۔ لیکن اس کو مدارس کے ساتھ بریکٹ کرنا نہ صرف بدنیتی ہے بلکہ بیرونی دنیا کو یہ پیغام دینا ہے کہ پاکستان کا دینی طبقہ دہشت گرد ہے اور یہی امریکہ و اہل مغرب چاہتے ہیں تاکہ اس بہانے دنیا بھر میں بالعموم اور پاکستان میں بالخصوص دینی تعلیم و تربیت کے سوتوں یعنی مدارس دینیہ کو سیکولرازم کے رنگ میں رنگ دیا جائے اور اس کے لئے ضرورت کے مطابق لالچ یا دھمکیوں سے بھی گریز نہ کیا جائے۔

دینی مدارس کے نصاب میں عصری مضامین (انگلش، ریاضی، جنرل سائنس، مطالعہ پاکستان وغیرہ) کی میٹرک کی سطح تک شمولیت کا مسئلہ اصولی طور پر طے پا چکا ہے اور وہ پہلے ہی ہماری ''تنظیمات'' کے نصاب میں شامل ہے اور اس پر عمل درآمد شروع ہے۔

جہاں تک غیر ملکی طلبہ کا مسئلہ ہے، آپ کا مطالبہ یہ تھا کہ جن غیر ملکی طلبہ کے پاس

پاکستان میں حصول تعلیم کے لئے Study Visa ہو،صرف انہیں داخل کیا جائے،ہم اس کی تعمیل کریں گے۔آپ کی یہ شرط کہ وہاں کی حکومت کا اجازت نامہ NOC بھی ان کے پاس ہو،ہم ملکی قانون کے پابند ہیں،لیکن دینی تعلیم کا حصول غیر مسلم ممالک کے مسلمانوں کی ضرورت ہے نہ کہ حکومت کی۔جو غیر ملکی طلبہ ہمارے اداروں سے فارغ التحصیل ہوکر جاتے ہیں وہ اپنے اپنے ممالک میں پاکستان کے سفیر ہوتے ہیں۔ان کی تعلیم وتربیت،دینی لٹریچر،اساتذہ اور درسگاہوں کا حوالہ ”پاکستان“ ہوتا ہے۔اگر آپ یہ راستہ بند کردیں گے تو وہ ”ہندوستان“ کا رخ کریں گے۔بلکہ کثیر تعداد میں غیر ملکی طلبہ وہاں کے دینی مدارس میں پڑھ رہے ہیں،آپ سروے کروالیں۔وہ ”ہندوستان“ کی تشہیر کا سبب بنیں گے اور یہ تاثر ابھرے گا کہ اسلام کا مرکز تو ”ہندوستان“ ہے۔یہی وجہ ہے کہ ”ہندوستان“ اپنی مسلم آبادی اور اسلامی دینی درسگاہوں پر تفاخر کے سبب اسلامی کانفرنس کی تنظیم O.I.C کی رکنیت کا دعویٰ دار ہے اور بعض مسلم ممالک اس کے اس پروپیگنڈے سے متاثر بھی ہیں۔

ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ شدید اختلاف رائے کے باوجود ہم ملکی قانون کا احترام کریں گے۔آپ کے یہ تمام concrens دینی مدارس رجسٹریشن کے مجوزہ قانون یا کسی بھی نئے قانون کی تدوین کے بغیر حل ہو رہے ہیں۔

حضرات محترم!

کوئی دینی ادارہ سوسائٹیز ایکٹ کے تحت قائم ہوا ہو یا رجسٹرڈ ٹرسٹ کے تحت،دونوں قوانین کی شرط لازم ہے آزاد اور خود مختار چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ حسابات کا آڈٹ کرے گا اور رپورٹ تیار کرے گا۔الحمدللہ اس کی تعمیل بطریق احسن ہو رہی ہے اور اس سلسلے میں ادارے کا سربراہ اپنی گورننگ باڈی یا بورڈ آف ٹرسٹیز کو جواب دہ ہے اور ادارے کے معاونین بھی جب چاہیں حسابات کی چیکنگ کرسکتے ہیں اور الحمدللہ یہ دینی اداروں کے سربراہوں کی دیانت پر امت مسلمہ کا اعتماد ہے کہ اہل خیر رضاکارانہ طور پر خود چل کر آتے ہیں اور اعانت کرتے ہیں۔جہاں تک حکومتی افسران اور بیوروکریٹس کو دینی مدارس کے حسابات کی چیکنگ کا اختیار دینے کا مسئلہ ہے تو اگر کوئی بد نیت یا راشی افسر مدرسہ کی انتظامیہ کو کسی مالی بدعنوانی پر مجبور کرے اور اپنے مزاج کے مطابق ان مدارس کو بھی بالائی آمدنی کا ذریعہ بنانا چاہے تو اس سے بچنے کی کیا صورت ہوگی؟ جبکہ کسی مدرسے کا کوئی مالی اسکینڈل آج تک منظر عام پر نہیں آیا۔اسی رشوت اور percentage کی لعنت سے بچنے کے لئے دینی مدارس نے سرکاری زکوٰۃ لینے سے اجتناب کیا ہے۔

حضرات گرامی!

ہمارے تمام مکاتب فکر کے دینی مدارس کی آزاداور خودمختار کنٹرولنگ اتھارٹی ''تنظیم'' اور''وفاق'' کے نام سے پہلے سے موجود ہیں اور باقاعدہ قانون کے تحت رجسٹرڈ ہیں۔ان کے اپنے اپنے امتحانی شعبہ جات ہیں، جوشہادۃ ثانویہ عامہ (مساوی میٹرک) تا شہادۃ العالمیہ (مساوی ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات) کے سالانہ وضمنی امتحانات باقاعدگی سے منعقد کرتے ہیں اور ہماری تنظیمات اسناد جاری کرتی ہیں۔ یہ ایک طرح کی Examining Universities ہیں جوخود ہی اپنا نصاب بھی مرتب کرتی ہیں اوران کی باقاعدہ ''مجالس نصاب'' موجود ہیں۔آپ کے علم میں ہوگا کہ شروع میں پاکستان کی اکثر یونیورسٹیز (کراچی، سندھ، پنجاب، پشاور، بلوچستان وغیرہ) اپنی اپنی حدود میں میٹرک تا ایم اے کے امتحانات منعقد کرواتی تھیں۔ بعد میں کثرت کار کی وجہ سے ثانوی و اعلیٰ ثانوی تعلیمی بورڈ زالگ بنائے گئے۔ ہماری شہادۃ العالمیہ کی اسناد منظور شدہ ہیں۔ ہماری تنظیمات کے ساتھ ''دینی مدارس'' کی رجسٹریشن اورالحاق اسی طرح ہوتا ہے جس طرح ملک کے دیگر بورڈز اور یونیورسٹیز کے ساتھ ہوتی ہے اور ہمارا تمام ضروری کوائف پر مشتمل باقاعدہ الحاق فارم ہے۔اس کے بعد کسی نئی رجسٹریشن کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

حضرات گرامی!

آپ کی Cncerns کا صرف ایک مسئلہ باقی رہ جاتا ہے اور وہ ہے Survey Form یا Data Collection، ہم آپ کی اس تشویش کا ازالہ کرنے کو تیار ہیں۔آپ وزارت مذہبی امور یاوزارت داخلہ میں دینی مدارس سیل قائم کردیجئے، جہاں یہ Data Center قائم ہو۔ہم مطلوبہ معلومات پر مشتمل ایک فارم پر کرکے اپنی متعلقہ تنظیم کی توثیق کے ساتھ آپ کو فراہم کردیں گے۔

یہ تحریر ہم سب کی طرف سے مشترکہ اورمتفقہ ہے، جس کی منظوری لاہور میں 18 جولائی 2002ء کو''اتحادتنظیمات مدارس دینیہ پاکستان'' کے سربراہی اجلاس میں دی گئی۔

منجانب: قائدین''اتحادتنظیمات مدارس دینیہ پاکستان''

معاملہ کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے تحفظ مدارس دینیہ کنونشنز کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا۔ اس فیصلے کی روشنی میں اتحاد کے تحت مشترکہ طور پر تحفظ مدارس دینیہ کنونشن جامعہ فریدیہ اسلام آباد میں 13 جمادی الاولیٰ 1423ھ مطابق 24 جولائی 2002ء کومنعقد ہوا۔ جس کے اختتام پر یہ اعلان کیا گیا کہ مدارس کی حریت وآزادی کے تحفظ اور علم دین کی تعلیم وتربیت کا نظام بحال رکھنے کے لئے ہم اپنی جدوجہد مدارس آرڈی ننس واپس لینے کا باقاعدہ اعلان

ہونے تک جاری رکھیں گے۔اس کنونشن کے مشترکہ اعلامیہ میں کہا گیا کہ:

''حکومت پاکستان نے دینی مدارس کی رجسٹریشن اور ریگولیشن کے لئے جو آرڈی ننس منظور کیا ہے، یہ دراصل مدارس دینیہ کو حکومت کی بیوروکریسی کے کنٹرول میں دینے کی ایک سوچی سمجھی سازش ہے اور اس کا مقصد دینی تعلیم کو عملاً غیر موثر بنانا ہے۔ مدارس دینیہ کی تنظیموں نے اس سازش کا بروقت ادراک کر کے مجوزہ آرڈی ننس مسترد کر دیا ہے، اس فیصلے کی تائید میں یہ عظیم الشان علماء و مشائخ کنونشن اعلان کرتا ہے کہ مدارس کی حرمت اور آزادی کے تحفظ اور علم دین کی تعلیم و تربیت کے نظام کو بحال رکھنے کے لئے ہم اپنی جدوجہد ''مدارس آرڈی ننس'' واپس لینے کا باقاعدہ اعلان کرنے تک جاری رکھیں گے۔ دینی مدارس اور دینی تنظیموں کی اس تحریک کو ''آرڈی ننس'' واپس لینے کے علاوہ اور کسی طریقے سے ختم نہیں کیا جاسکتا۔اس آرڈی ننس کو ترامیم کے ذریعے قابل قبول نہیں بنایا جاسکتا۔

لیکن جب حکومتی آرڈی ننس کا مقصد حق کی آواز کو دبانا اور مدارس دینیہ کو بیوروکریسی اور سیاسی افراد کے تابع مہمل بنانا ہو تو کوئی بھی ذی شعور اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ یہ طریق کار نہ تو حکومت کے حق میں مفید ہے، نہ ملک و ملت کا اس میں بھلا ہے اور نہ ہی دین کے فروغ کے لئے اسے کارآمد قرار دیا جاسکتا ہے۔اس میں پوری ملت اسلامیہ کا خسارہ ہے۔ یہ سمجھنا کہ اس سے صرف مدارس پر قدغن ہوگی، درست نہیں۔ بلکہ یہ آرڈی ننس اور اس کے مندرجات پوری کی پوری دینی عمارت کو بنیادوں سمیت منہدم کرنے کے مترادف ہے۔لیکن ایسا کبھی نہیں ہوگا۔کیونکہ یہ دین پھلنے پھولنے کے لئے آیا ہے، مٹنے کے لئے نہیں۔

ان حقائق کی روشنی میں ہم موجودہ ''مدارس آرڈی ننس'' کو یکسر مسترد کرتے ہیں اور حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ رجسٹریشن اور مدارس کی آزادی کا سابقہ نظام بحال رکھا جائے۔''

حکومت کی جانب سے 29 جولائی 2002ء کو اس سلسلہ میں مشاورت کے لئے اجلاس طلب کیا گیا جو کہ نتیجہ خیز ثابت نہ ہوا۔ 31 جولائی 2002ء کو جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ کے پلیٹ فارم سے ایک اور کنونشن منعقد ہوا۔ 13 شوال المکرّم 1424ھ مطابق 8 دسمبر 2003ء کو جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور میں زیر صدارت حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ اسی سلسلہ میں اتحاد تنظیمات کی قیادت کا اجلاس ہوا۔جس میں دینی مدارس کے حوالہ سے بعض اطلاعات اور حکومتی سطح کی مبینہ سرگرمیوں کا جائزہ لیا گیا اور ان خبروں پر شدید تشویش کا اظہار کیا گیا کہ دینی مدارس کے نمائندہ وفاقوں کو اعتماد لئے بغیر رجسٹریشن و ریگولیشن کے عنوان سے

ملک میں آرڈی ننس نافذ کرنے کی تیاری ہورہی ہے اور دینی مدارس کو قومی دھارے میں شامل کرنے کے نام سے ان کے نظام میں مداخلت اور کنٹرول کی راہ ہموار کرنے کی خفیہ منصوبہ بندی جاری ہے۔ حالانکہ حکومت کے ساتھ ایک اعلیٰ سطحی اجلاس میں اس سلسلہ میں نورکنی مشترکہ کمیٹی قائم ہوئی تھی اور طے ہوگیا تھا کہ دینی مدارس کے بارے میں کوئی بھی فیصلہ اس مشترکہ کمیٹی کی مشاورت سے ہوگا۔ دینی مدارس کے وفاقوں کے نمائندوں کے ساتھ اجلاس میں وعدہ کیا گیا تھا کہ متعلقہ معاملات پر باہمی مشاورت کے لئے ایک ماہ کے اندر مشترکہ اجلاس طلب کیا جائے گا۔ لیکن حکومت اس فیصلہ اور وعدہ سے منحرف ہوکر دینی مدارس پر شب خون مارنے کی تیاریوں میں مصروف دکھائی دیتی ہے۔ چنانچہ تمام وفاقوں کی مشترکہ قیادت کی طرف سے فیصلہ کیا گیا کہ دینی مدارس کے وفاقوں کو اعتماد لئے بغیر کیا جانے والا کوئی بھی فیصلہ یکطرفہ متصور ہوگا جسے قطعی طور پر مسترد کردیا جائے گا اور اس کے خلاف مزاحمت کی جائے گی۔ اجلاس میں امریکہ کی طرف سے مبینہ طور پر دینی مدارس کی امداد کے لئے دی جانے والی بارہ ارب روپے کی رقم کو مسترد کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور اعلان کیا گیا کہ دینی مدارس کسی قسم کی سرکاری امداد قبول نہیں کریں گے اور نہ ہی سرکاری طور پر قائم کیے جانے والے ''مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' کے ساتھ کوئی تعلق رکھیں گے۔ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ اگر کسی مدرسہ نے سرکاری امداد قبول کی یا مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے الحاق کیا تو متعلقہ وفاق سے اس کا الحاق ختم کر دیا جائے گا۔ بالآخر اتحاد کی کاوشوں سے مذکورہ آرڈی ننس غیر موثر قرار دیا گیا۔

☆=☆=☆